عنوان: آزمائش یا عذاب میں بچوں کا کیا قصور؟

کالم: اسرار و رموز

انجنیئر ڈاکٹر محمد اسرار خان کے قلم سے

ایک سوال یا ایک اعتراض لوگوں کے ذہن میں یہ بھی آتا ہے کہ جب کسی علاقے پر زلزلہ، سیلاب یا اور کوئی ناگہانی آفت آتی ہے تو اگر یہ لوگوں کے گناہوں کا نتیجہ ہو، تو پھر اِس میں بچے اور بے گناہ لوگ کیوں مرتے ہیں؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ جو اللہ کے باغی اور مخلوق کو تکلیف پہنچانے والے ظالم لوگ ہیں، وہ عذاب کا نشانہ بنیں اور بے گناہ لوگ بچ جائیں۔ تو اِس مضمون میں اس سوال یا اعتراض کا تفصیل سے جواب دوں گا۔

ویسے جواب لکھنے سے پہلے یہ بتادوں کہ سوال وہ لوگ پوچھتے ہیں جو سمجھنا چاہتے ہوں، جبکہ اعتراض وہ لوگ کرتے ہیں جو سمجھنا نہیں بلکہ صرف دل کا بغض نکالنا چاہتے ہوں۔ میرا ہر مضمون صرف سوال پوچھنے اور سمجھنے والوں کیلئے ہوتا ہے، اعتراض کرنے والوں کیلئے نہیں۔ کیونکہ اعتراض کرنے والوں سے ہم اپنے راستے جدا کر چکے ہیں۔

اب اس سوال کا جواب لکھتا ہوں لیکن جواب کو سمجھنے سے پہلے ایک بنیادی اُصول ذہن نشین فرمالیں۔ وہ یہ کہ اللہ کے علم کے سامنے میرا اور تمام انسانوں کا علم صحرا میں ذرے کے برابر بھی نہیں، سمندر میں قطرے کے برابر بھی نہیں۔ سورج کے سامنے شمع کی روشنی کی ایک ذرہ برابر حیثیت تو ہے لیکن اللہ کے علم کے سامنے انسانوں کے علم کی اتنی حیثیث بھی نہیں جتنی شمع کی روشنی کی حیثیت سورج کی روشنی کے سامنے ہے۔ یعنی آسان الفاظ میں اگر کہوں تو اللہ کے بہت سارے کاموں کی حکمت انسانوں کے سمجھ سے بہت بہت بہت بالاتر ہے۔ بہت سارے کاموں کی حکمتیں صرف اللہ جانتا ہے، انسان نہیں۔

البتہ اللہ نے جو ہدایات قرآن و سنت میں انسانوں تک پہنچائی ہیں، اُن کی بنیاد پر انسان تھوڑا بہت تجزیہ کر سکتا ہے۔ مثلا قرآن میں خضر اور موسیٰ علیہم السلام کا قصہ تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ حضر علیہ السلام نے تین کام ایسے کئے جن کی سمجھ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں آئی۔ مثلاً ایک لڑکے کو قتل کیا، دوسرا جس کشتی میں سوار ہوئے اُس کشتی میں سوراخ کیا اور تیسرا جس گاوں والوں نے حضر و موسیٰ علیہم السلام کی کوئی خاطر مدارت اور مہمان نوازی نہیں کی، وہاں خضر علیہ السلام نے مفت میں ایک دیوار بنادی۔ بعد میں خضر علیہ السلام نے خود ہی اِن سمجھ نہ آنے والے تینوں کاموں کی حکمت موسیٰ علیہ السلام کو بتادی، جس میں لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت یہ بتائی کہ اللہ کے علم میں تھا کہ یہ لڑکا اگر بڑا ہو گیا تو خود بھی گمراہ ہو گا اور اپنے والدین کو بھی گمراہ کر دے گا۔ لھذا اللہ کو منظور ہوا کہ اس لڑکے کو بچپن ہی میں مار دے اور اس کی جگہ اس کے والدین کو اور بچے دے، جو دیندار ہوں۔ خضر علیہ السلام نے جو بھی کام کئے، قرآن کے مطابق سب اللہ کے حکم سے کئے، اپنی طرف سے نہیں۔

اب اس بات کو سمجھئے کہ علم دو قسم کا ہے۔ ایک کو شریعت کا علم کہتے ہیں اور دوسرا علم تکوینیات کا علم ہے۔ پیغمبر کو شریعت کا علم دیا جاتا ہے، جبکہ بعض فرشتوں کو تکوینیات کا علم دیا جاتا ہے۔ اللہ نے تکوینیات کا علم خضر علیہ السلام کو بھی دیا۔ ویسے اس بات میں اختلاف ہے کہ خضر علیہ السلام انسان تھے یا فرشتے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ خضر علیہ السلام وفات پاگئے ہیں یا ابھی تک زندہ ہیں۔ یہ میرا مضمون نہیں لیکن صرف اشارۃً عرض کر دیا کہ اس پر بھی مختلف علماء کی رائے مختلف ہے۔ شریعت کے مطابق کسی کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن تکوینیات کے مطابق عزرائیل علیہ السلام کا لوگوں کو قتل کرنا یعنی لوگوں کی روح نکالنا گناہ نہیں بلکہ عین اللہ کا حکم ہے۔ اسی چھوٹی سے مثال سے امید ہے شریعت اور تکوینیات کا فرق سمجھ آگیا ہو گا۔

بہر حال تو خضر علیہ السلام نے تکوینیات کے علم کی بنیاد پر بعض کام بظاہر شریعت کے خلاف کئے لیکن اصل میں اُن کاموں کی حکمت اللہ ہی جانتا تھا اور وہ سب کام خضر علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کئے۔

اب اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا میں جتنے بچے بھی بچپن میں زلزلوں، سیلاب اور حادثات میں مرتے ہیں تو کیا وہ اسلئے مرتے ہیں کہ اُن سب نے بڑے ہو کر گمراہ ہونا تھا، لھذا خضر علیہ السلام والے لڑکے کی طرح اللہ نے اُن کو بھی بچپن میں مار دیا؟ اس کا جواب لکھنے سے پہلے پڑھنے والوں کو یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ مضمون کے شروع میں ایک اُصول تحریر کیا تھا کہ اللہ کے بہت سارے کاموں کی حکمت ہم نہیں جانتے۔ امید ہے وہ بات قارئین کو یاد ہو گی۔ قاری پڑھنے والے کو کہا جاتا ہے اور قارئین قاری کی جمع ہے۔ لفظ قارئین کی وضاحت بھی اسلئے کر دی کیونکہ اکثر لوگوں کو اُردو بھی صحیح طرح سمجھ نہیں آتی تو مضمون میں اُن کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

خیر تو وہ اُصول ہے کہ ہم نہیں جانتے۔ لھذا اب جواب سمجھنا آسان ہو گیا کہ دنیا میں جتنے بچے بھی حادثات کا شکار ہوتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اُن کے بچپن میں وفات ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اور ہم اسلئے نہیں جانتے کیونکہ ہمارے پاس شریعت کا علم ہے تکوینیات کا نہیں۔ بالکل ایسے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے پاس شریعت کا علم تھا اور حضر علیہ السلام کے اُن کاموں کو سمجھ نہ سکے جن کی بنیاد تکوینیات پر تھی۔

لھذا یہ بھی ممکن ہے کہ کسی بچے کے مستقبل میں گمراہی کا اندیشہ ہو اسلئے اُس کی موت بچپن میں آئی ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ کسی بچے کو اللہ نے آخرت میں بہت اعلیٰ درجات سے نوازنا ہو تو بڑے ہو کر گناہوں میں ڈوبنے سے پہلے ہی اللہ نے اُسے اپنے پاس بلا لیا، تاکہ وہ درجات اُسے عطا کئے جائیں۔ ہم بہرحال دوسرا گمان ہی رکھیں گے، یعنی اعلیٰ درجات اور والدین کیلئے مغفرت کا گمان رکھیں گے۔ کیونکہ انسان کو ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہئے، برا نہیں۔ اور حدیث شریف کا مفہوم بھی ہے کہ جو بچے بچپن میں وفات پا جائیں وہ ابراھیم علیہ السلام کے پاس ہوتے ہیں اور آخرت میں اپنے والدین کی شفاعت کریں گے۔ نیز قرآن میں ہے کہ جنت میں بچوں کو والدین کیساتھ اکھٹا کر دیا جائے گا۔

یہاں تک اگر بات سمجھ آ گئی تو پھر قیاس کا اُصول باقی لوگوں پر بھی منطبق کریں۔ یعنی حادثات میں اگر بے گناہ لوگ، خواتین، بوڑھے، جوان یا جو کوئی بھی مرتے ہیں اور وہ بظاہر بے گناہ ہوتے ہیں، تو بچوں کی طرح اُن کیساتھ بھی یہی گمان رکھنا چاہیے کہ ان کو اللہ آخرت میں اعلیٰ درجات سے نوازنا چاہتا ہے، اسلئے ان کو حادثے کا شکار کر کے اپنے پاس بلا لیا۔

دیکھیں ہم جب کسی مرغی، بکری، گائے، کٹے یا اونٹ کو ذبح کرتے ہیں، تو کیا ان جانوروں کے خالق ہم ہیں؟ نہیں نا، بلکہ ہم صرف ان کے عارضی مالک ہوتے ہیں۔ جب ہم کسی ذی روح جانور کے خالق بھی نہیں اور پھر بھی ذبح کرتے ہیں، اُن کا گوشت کھاتے ہیں، ہڈیاں توڑتے ہیں اور کوئی اس کو ظلم نہیں کہتا، تو پھر اگر اللہ کسی انسان کو آخرت میں ناختم ہونے والی جنتوں کا وارث بنانے کیلئے کسی زلزلے، سیلاب یا اور کسی حادثے سے دوچار کر دے اور اپنے پاس بلا لے، تو اِس کو کیونکر کوئی ظلم کہہ سکتا ہے جبکہ اللہ نہ صرف ہمارا خالق ہے، بلکہ اصل مالک بھی ہے۔ اسلئے ایمان والے تمام تر آزمائشوں کے سامنے اسی شعر کا مصداق ہوتے ہیں کہ :

نہ شَوَد نصیبِ دشمن کہ شَوَد ہلاکِ تیغت

سرِ دوستاں سلامت کہ تُو خنجر آزمائی

یعنی اللہ نہ کرے کہ کسی دشمن کا یہ نصیب ہو کہ وہ تیرے تیر سے ہلاک ہو۔ بلکہ جب تک دوستوں کے سر سلامت ہیں، تُو اُن کے سروں پر خنجر آزمائی کرتا رہ۔

==